قیامِ امن کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمات

The Services of ‘Umar Fārūq ﷺ for the Establishment of Peace

خالد عثمان*

ABSTRACT

Peace has great importance both for the individual and the communal life. Wherever peace turned into unrest, the tendencies of social violence, mental sickness and insecurity start developing amongst the people.

Peace and harmony were the hallmark of the reign of the 2nd caliph, Haḍrat ‘Umar. He gave the best governing mechanism to the people of Arab, when they were not fully aware of rules & regulation of government. Though the empire was wide spread, he exercised a great sort of command & control on it. He took the responsibility of providing his subjects their basic needs: Food, Shelter, Education, Peace and Justice. This was not only an ideal system of its time but became the role model for the modern welfare state.

Peace and harmony is as important for a state as food & air are for life. Allāh has strongly emphasized in The Holy Qur’ān" on two things i.e., "Disharmony & hunger" which should be eliminated from a society.

Haḍrat ‘Umer during his reign of 10 years presented Islām as a religion of peace & harmony, a religion, which respects humanity, peacefully resolves disagreements and curtails misuse of power. He himself possessed the qualities of peace & harmony to an utmost level, which were the traits of our Holy Prophet’s (ﷺ) personality. It is important to follow the Khilāphah of Haḍrat ‘Umar to bring peace & justice in the society.

Keywords: *Peace, Khilāphah, ‘Umar, Social Violence, Justice, Harmony.*

* ٹمپریری وزٹنگ فیکلٹی ملٹری کالج آف انجیرنگ رسالپور

اسلام امن و آشتی کا نام ہے اس کے ہر عمل سے سلامتی کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اور امن کی کرنیں پھیلتی ہیں۔ ہر باشعور آدمی غور و فکر کی نعمت سے اس حقیقت کو پا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل انسانوں کے اعمال جس خباثت اور طاغوتیت میں مبتلا تھے اسلام نے ان ہی اعمال ذمیمہ و عقائدِ باطلہ کو اُسوۂ حسنہ کا لبادہ چڑھا کر اُنھیں محبت، مروت اور امن، سلامتی کا دلدادہ بنا دیا۔

ربِ کائنات نے امن کی نعمت اور گزران کی روزی کی نعمت کو اپنے اس ارشاد میں جمع کیا ہے:

﴿ ٱلَّذِيٓ أَطۡعَمَهُم مِّن جُوعٖ وَءَامَنَهُم مِّنۡ خَوۡفِۭ ﴾ (۱)

(جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا)

امن انسان کے لیے فطری لحاظ سے مقصود ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ اور بھائی مصر داخل ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خوشی سے پہلے یہ بات کہی:

﴿ فَلَمَّا دَخَلُواْ عَلَىٰ يُوسُفَ ءَاوَىٰٓ إِلَيۡهِ أَبَوَيۡهِ وَقَالَ ٱدۡخُلُواْ مِصۡرَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ءَامِنِينَ ﴾ (۲)

(سب مصر میں داخل ہو جائیں، اللہ کے فضل سے یہاں امن سے ہوں گے)۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں امن و سلامتی عام کرنے کا حکم فرمایا۔ انہی تعلیمات پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خصوصاً خلیفہ ثانی حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے سختی سے عمل کیا اور کروایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک بہترین منتظم، مدبر، مفکر اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ اِن کے عدل و انصاف سے ملک مین اتنا امن ہو گیا کہ درندے تک بکریوں کے ریوڑ پر حملہ نہ کرتے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا، تو یقیناً وہ عمر بن خطاب ہوتے“۔ (۳)

مذکورہ مضمون میں ایک مثالی حکمران کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت صرف امن کے حوالے سے بیان کی جائے گی۔

شاہکارِ رسالت رضی اللہ عنہ ۔۔۔ امن کے حوالے سے:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی جوانی ہوئے تو قریش نے ان کو سفارت کا منصب دیا، جو ہمیشہ سے امن ہی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ سفارتی مشن کے لیے ایک دفعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا۔ (۴) جہاں کہیں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا، اس کی نگرانی فرماتے کہ کہیں بدامنی برپا نہ ہو، شاعروں

کو سخت ممانعت کر دی تھی کہ کسی کی ہجو نہ کریں۔[۵] عبد الباقی نے طبقاتِ شعرانی کے حوالے سے لکھا کہ جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو مسلمانوں کے اس معاملے کی وجہ سے اتنے غم زدہ ہوتے تھے کہ غم کی وجہ سے قریب الموت ہو جاتے تھے۔[۶] حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ قحط نہ اُٹھاتے ((لظننا أن عمر يموت همّاً بامر المسلمين))[۷] "تو ہمیں گمان تھا کہ وہ مسلمانوں کی تکلیف کے غم سے مر جاتے"۔

اُمت کو کسی بھی قسم کے فتنے اور انتشار سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس روک رکھا تھا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایک دینی ریاست میں بہت سے دینی یا سیاسی مراکز قائم نہ ہوں کہیں کسی معزز صحابی کے آگے ایک حلقہ قائم ہو پھر آہستہ آہستہ اس کا اس قدر احترام ہو کہ اس کا حکم نہ سلطان کا حکم نہ سمجھ لیا جائے اور خلافت کا انتظام منتشر نہ ہو جائے۔[۸]

ایک روز راستے سے گذر رہے تھے، ایک شخص کو دیکھا کہ ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے اس کو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دُرّہ مار دیا۔ اس نے کہا، امیر المومنین! یہ تو میری بیوی ہے،[۹] عبد الشکور لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم راستے میں کھڑے ہو کر کیوں بات کرتے ہو، مسلمانوں کو اپنی غیبت میں مبتلا کرتے ہو۔ اس نے کہا امیر المومنین! ابھی ہم مدینہ میں آئے ہیں، مشورہ کر رہے تھے کہ کہاں قیام کریں۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے دُرّہ اس کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! مجھ سے قصاص لے لیں۔ اس نے کہا، امیر المومنین! میں نے معاف کیا، فرمایا نہیں قصاص لے لو، تیسری مرتبہ اس نے کہا کہ میں اللہ کے واسطے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا اللہ تجھ کو اس کا بدلہ دے۔[۱۰]

فتنہ و فساد کا انسداد:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے سب فتنے بند ہو جائیں گے اور جب تک یہ زندہ رہے گا تب تک تمہارے اور فتنوں کا دروازہ بند ہو گا۔[۱۱]

قیامِ امن کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عملی اقدام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے، خلافت کا بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا، قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آتیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر دفعتہً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا کہ سب سے پہلے میں بیعت کرتا ہوں ساتھ ہی حضرت ابو عبیدہ بن جراح، اُسید بن حُضیر اور بشر بن سعد رضی اللہ عنہم نے بھی ہاتھ بڑھائے۔(۱۲) یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی سمجھ داری اور عقل مندی کی دلیل ہے جنہوں نے بہت بڑی بدامنی کا سدِّباب کر دیا۔

مژدۂ امن:

۸ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی، کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کہنے سُننے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اجازت نہ ملنے پر پکار کر کہا کہ "شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہے کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی سفارش کے لیے آیا ہوں، خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو میں جا کر حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن ماردوں"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً بلالیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج رضی اللہ عنہن کو طلاق دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو مژدہ سنانے کی اجازت مانگی(۱۳) پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا۟ بِهِۦ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَٱتَّبَعْتُمُ ٱلشَّيْطَـٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾(۱۴)

(اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اُس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اُس کی تحقیق کر لیتے۔)

بد امنی کا اعترافِ جُرم اور اس کا ازالہ:

صلح حدیبہ[۱۵] کے مشہور واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپس میں مکالمہ بھی مذکور ہے۔ چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو اور خصوصاً اندازِ گفتگو خلافِ ادب تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اس غلطی کے کفارے میں روزے رکھے، نفلیں پڑھیں، خیرات دی اور غلام آزاد کرنے کی شکل میں ادا کر دیا۔[۱۶]

تعلیمات وارشادات۔۔۔برائے امن:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ رعیت کا حال دریافت فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ تعلیمات وارشادات بیان کی جارہی ہیں جو قیامِ امن کے حوالے سے مشہور ہیں:

قیامِ امن اور احساسِ ذمہ داری:

احساسِ ذمہ داری ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے سامنے وجوبِ ادائے امانت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ ہمیشہ یہ ذمہ دار انسان کو مفید عمل کے انجام دینے سے سعادت بخشتی ہے اور معاشرے میں انسان کی قیمت بڑھاتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رعایا کی خبر گیری کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہوتے تھے،[۱۷] ان کا یہ فرمان بنیادی اہمیت کا حامل ہے: ”اگر دریائے فرات کے کنارے ایک اونٹ بھی ضائع ہو کر مر جائے، تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں بھی پوچھیں گے“۔[۱۸]

ایک اور روایت میں اونٹ کی بجائے بکری کے الفاظ آئے ہیں۔[۱۹] جب ایک حاکم کو بے زبان مخلوق کے بارے میں مسؤلیت اور حفاظت کا اتنا زیادہ احساس ہوتا ہے تو پھر اشرف المخلوقات کی حفاظت کا کیا کہنا؟

قیامِ امن کے لئے گورنروں کو وصیت:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ گورنر مقرر کرنے کے لیے بہت چھان بین کرتے تھے، گورنر منتخب کرنے کے بعد اُنھیں وصیت فرماتے کہ امن کو خراب کرنے والے تمام عناصر کا بر وقت سدِّباب کریں۔ ایک مرتبہ خطبہ میں عاملین کو مخاطب کر کے فرمایا: یاد رکھو میں تم لوگوں کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا ہے بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تمہاری تقلید کریں، تم لوگ "مسلمانوں کے حقوق ادا کرو، ان کو

مارنے اور ذلیل کرنے سے پرہیز کرو، ان کی بے جا تعریف نہ کرو کہ غلطی میں پڑیں، ان کے لیے اپنے دروازے بند نہ رکھو کہ مضبوط کمزور کو کھا جائیں، ان سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح مت دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے" [۲۰]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کو لکھا کہ " مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ عجمی کافر کو بلاتے ہیں جب وہ پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور لڑائی بند کر دیتا ہے تو ایک شخص اُسے کہتا ہے کہ ڈرو مت اور جب موقعہ ملتا ہے تو اسے قتل کر دیتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر میں کسی کو ایسا کرتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن اُڑا دوں گا"۔ [۲۱]

جب ملک میں ایک کافر تک کے خون کا احترام کیا جائے تو کیا پھر اس ریاست میں خون ریزی ہو سکتی ہے؟

ایک مرتبہ نصرانی بوڑھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ آیا اور اس نے کہا کہ میں نصرانی ہوں اور تمہارے عامل نے مجھ سے دو مرتبہ جزیہ لے لیا ہے۔ اس پر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو لکھا کہ سال میں ایک ہی مرتبہ جزیہ وصول کیا کرو اور اُنہیں حجاز میں تین دن سے زائد ٹھہرنے کی اجازت نہ دو"۔ [۲۲]

ایک دفعہ ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے اور جزیہ کی زیادتی کی وجہ سے بھیک مانگ رہا ہے۔ اس کو ہاتھ سے پکڑ کر لے گئے اور کچھ اس کو دیا اور حکم جاری فرمایا کہ ایسے لوگوں پر جزیہ نہ باندھا جائے۔ [۲۳]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۲۰ھ میں "سوس" فتح کے بعد یزدگرد کے کمانڈر "سیاہ" کی طرف سے پیش کردہ شرائط، جن پر وہ راضی نہ تھے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ تمام شرائط منظور کر لی جائیں [۲۴]۔ یہ شرائط مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں، لیکن امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے امن کی خاطر انہیں قبول فرمایا۔

احتساب برائے امن وامان:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو گورنر مقرر کرتے تو اس کی عدالت اور امانت کو خوب جانچ لیتے، اور پھر برابر اس کے کام کی نگرانی بھی فرمایا کرتے، اسی مقصد کے لئے حضرت احنف بن

قیس رضی اللہ عنہ کو ایک سال تک اپنے پاس رکھا، پھر امن و امان قائم رکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے رخصت فرمایا[۲۵] اور رعایا کو حکم تھا کہ میرے حکام سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو بے خوف و خطر مجھے اطلاع دو۔ اسی حوالے سے ایک مرتبہ تمام صوبوں کے حکام کو فرمان بھیجا کہ موسمِ حج میں سب مکہ مکرمہ میں مجھ سے ملاقات کریں۔ آپ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر فرمایا:

"میں نے ان لوگوں کو جو تم پر حاکم بنایا ہے اس لیے کہ تمہیں آرام پہنچائیں نہ کہ تم پر ظلم کریں، اگر کسی پر کسی حاکم نے ظلم کیا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے"۔

اس اعلان پر صرف ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے کہا امیر المومنین! حاکم نے مجھے سو کوڑے مارے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تم بھی اس کو سو کوڑے مار لو، اٹھو! میرے سامنے قصاص لے لو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا امیر المومنین! اگر ایسا ہو گا تو پھر آپ کے حکام کی کچھ وقعت نہ رہے گی، تو فرمایا کہ تم چاہتے ہو کہ قصاص نہ لیا جائے، حالانکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ خود اپنی ذات سے قصاص دلواتے تھے، اے شخص! اٹھو اور قصاص لے لو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! اس بات کی اجازت دیجئے کہ ہم اس کو راضی کر لیں، چنانچہ وہ شخص اس طرح راضی ہوا کہ ہر کوڑے کے عوض میں اس کو دو اشرفیاں دی گئیں۔[۲۶] ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سنتے تھے کہ کوئی حاکم بیماروں کی عیادت کو نہیں جاتا یا غریب لوگ اس کے پاس نہیں جاسکتے تو فوراً اس کو معزول کر دیتے تھے۔[۲۷]

عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہتے تھے کہ اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ! (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا) تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں پھر ان سے اجازت مانگو تا کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس جگہ کو میں اپنے لیے پسند کرتی تھیں لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔۔۔۔۔الیٰ اخرہ "۔[۲۸]

اس احتساب کے لیے ایک بڑا عمدہ طریقہ (امن و امان اور) دریافتِ حالات کا یہ تھا کہ تمام اضلاع سے ہر سال سفارتیں آتیں اور وہ اُن مقامات کے متعلق ہر قسم کی ضروری باتیں پیش کرتیں۔[۲۹]

حفظِ امن کے لئے بیت المقدس کا سفر:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جو سفر کی زندگی گزاری یا حضر کی زندگی، اپنے ہر عمل سے امن کا ثبوت دیا۔ شاہ معین الدین ندوی نے اُن کے بیت المقدس کا سفر ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ”آپ رضی اللہ عنہ کا یہ سفر نہایت سادگی سے ہوا، مقامِ جابیہ میں افسروں نے استقبال کیا اور دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدہ صلح ترتیب دیا، پھر وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں داخل ہوئے، پہلے مسجد میں تشریف لے گئے، پھر عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی، نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت دی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے نماز نہیں پڑھی کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست درازی نہ کریں، باہر نکل کر نماز پڑھی“۔[۳۰]

بدامنی کا سدِّباب:

بدامنی کے سدِّباب اور ناجائز وسائلِ آمدنی کے روکنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سی بندشیں کیں، جن میں سے دو قابلِ ذکر ہیں:

۱: تنخواہیں زیادہ مقرر کیں کہ بالائی رقم کی ضرورت نہ ہو، مثلاً سلمان بن ربیعہ اور قاضی شریح کی تنخواہ پانچ پانچ سو درہم ماہوار تھی، اور یہ تعداد اس زمانے کے لحاظ سے بالکل کافی تھی۔

۲: قاعدہ مقرر کیا کہ جو شخص دولت مند اور معزز نہ ہو قاضی مقرر نہ ہونے پائے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گورنرِ کوفہ کو جو فرمان لکھا اس میں اس قاعدے کی وجہ یہ لکھی کہ دولت مند رشوت کی طرف راغب نہ ہو گا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب و داب کا اثر نہ ہو گا۔[۳۱] اور یہ مادی کمزوریاں بھی یقیناً قیامِ امن کو برقرار رکھنے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

قیامِ امن کے اصول وضوابط۔۔۔غیر مسلموں کے لیے:۔

آپ رضی اللہ عنہ ذمیوں اور کافروں کی راحت و آسائش کا بھی بڑا خیال رکھتے تھے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ہمسایہ میں جو سلطنتیں تھیں وہ روم اور فارس تھیں، ان دونوں سلطنتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بھی بدتر تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا۔ جن مواقع پر اقلیتوں سے معاہدے کیے

گئے، اُن معاہدوں میں شامل دفعات کو حتی المقدور اقلیتوں کے مفاد میں بہتر بنانے کے اقدامات بھی کیے گئے۔[۳۲] بیت المقدس کے عیسائی جب تلواروں سمیت آرہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ کی فوج نے بھی تیاری کر لی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے عیسائی ہیں، گھبراؤ نہیں، یہ لوگ امان طلب کرنے آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ امن کا معاہدہ ہوا۔[۳۳] جس میں نہ دغا تھا نہ بد عہدی۔ جب تک وہ اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے، یہ بھی اُس پر ثابت قدم رہے۔

اشارہ برائے امن پر عمل کرانا:

قیامِ امن کو برقرار رکھنے کے لیے اگر اشارے سے بھی کوئی کسی کو امان دے دیتا اس پر بھی عمل کیا جاتا۔ اسی حوالے سے مؤطا امام مالک میں ایک حدیث میں موجود ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
أیما رجل دعارجلا من المشرکین وأشار إلی السماء فقد امنه الله فانّما نزل بعهد الله ومیثاقه[۳۴] "اگر کوئی شخص مشرکین میں سے کسی کو بلائے اور آسمان کی طرف اشارہ کرے تو اُس نے اُسے اللہ کی امان دے دی اور وہ اللہ کے عہد اور میثاق ہی پر آگیا۔" ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا: **رجل من المسلمین أشار لَی رجل من العدوّ لئن نزلت لأقتلنّک فنزل وهو یری أنّه أمان فقد أمنه**[۳۵] "اگر مسلمان نے یہ اشارہ کیا کہ اگر تو اُترا تو میں مجھے قتل کر دوں گا اور دشمن یہ سمجھا کہ اُسے امان دی گئی تو یہ امان ہے"۔

جب بیت المقدس فتح ہوا تو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں وہاں کے لوگوں سے ایک معاہدہ ہوا جو اس حیثیت سے بہت اہم ہے کہ خود خلیفۂ اسلام نے ایک مذہبی فرقہ کے مذہبی شہر کے متعلق لکھا تھا، اس سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا طرزِ عمل قیامِ امن کے حوالے سے، دوسرے مذاہب اور ان کی عبادت گاہوں کے ساتھ کیسا تھا یہاں اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

> "یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین نے ایلیاء کے لوگوں کو دی کہ ان کا مال، گرجا، صلیب، تندرست بیمار اور یہ معاہدہ ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہیں۔ اس طرح کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، اور نہ ہی ان کے صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ منتقل ہونا چاہے تو ان کو اور ان کے

گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائے اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا، رسول کا، خلفاء کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرط کہ وہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔" [۳۶]

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شام کی فتح کے بعد جو فرمان لکھا، اس میں یہ الفاظ تھے:

"مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کو نقصان پہنچانے پائیں، نہ ان کا مال بے وجہ کھانے پائیں، اور جس قدر شرطیں تم نے ان سے کی ہیں، سب پوری کرو"۔

یہ حقوق صرف ایلیاوالوں کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ تمام مفتوحہ اقوام کو دیئے گئے تھے جو ان کے عہد ناموں میں موجود ہیں۔ مثلاً اسی طرح کے ملتے جُلتے الفاظ اہلِ جرجان، آذربایجان اور موقان کی فتح کے وقت معاہدوں میں لکھا دیئے گئے تھے۔[۳۷]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ ملک شام میں حمص کے مقام پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیمہ زن تھے، کہ انہیں انطاکیہ کے حکمران ہرقل کی فوج کشی کے سبب حمص کو خالی کرنا پڑا، تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم جاری کیا کہ حمص کے سے جزیہ یا خراج کے نام پر جو کچھ لیا گیا تھا وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔ چناں چہ اہل حمص کو ان کی پوری رقم واپس کر دی گئی۔[۳۸]

ایک مرتبہ ایک نصرانی تاجر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ عراق میں آپ رضی اللہ عنہ کے عاشر زیاد بن جدید نے ایک سال کے دوران مجھ سے دو مرتبہ جزیہ لیا، آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ "سال میں ایک مرتبہ جس مال پر جزیہ لیا جائے پھر سال کے اندر دوبارہ اس مال پر جزیہ نہ لیا جائے"۔ نصرانی نے اس انصاف کی مثال کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔[۳۹]

غلام کی امان تسلیم کرنا:

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا، ایک غلام نے امان لکھی اور تیر پر باندھ کر اُن کی جانب پھینک دی۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ مسلمانوں کا غلام مسلمانوں ہی میں سے ہے اور اس کا ذمّہ مسلمانوں کا ذمّہ ہے،[۴۰]

جب مسلمانوں نے تستر کا محاصرہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مان کر ہرمزان نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے کہا کہ ڈرو مت۔ اس کے بعد ہرمزان نے پانی مانگا تو اُسے ایک موٹے پیالے میں پانی دیا گیا۔ اُس نے کہا کہ میں مر بھی جاؤں تو اس پیالے میں پانی نہیں پیوں گا، پھر اُسے دوسرے پیالے میں پانی لا کر دیا گیا، جب اُس نے پیالہ لیا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور بولا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہ کہیں میں پانی پیتے ہوئے نہ مارا جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک تم پانی نہ پی لو تم پر کوئی اندیشہ نہیں ہے، یہ سن کر اُس نے پیالہ الٹا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے دوبارہ پانی پلاؤ، قتل اور پیاس کو جمع نہ کرو۔ وہ بولا مجھے اب پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو اپنی پریشانی دُور کرنا چاہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب میں تمہیں قتل کرواتا ہوں۔ وہ بولا کہ آپ نے مجھے امان دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بھی کہی جو اس وقت موجود تھے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قتل سے باز رہے اور ہرمزان مسلمان ہو گیا [۴۱]

معاہدۂ امن پر مرتب ہونے والے اثرات کو متعین کرنے میں طلب امان کی غرض وغایت بہت بڑا رول ادا کرتی ہے۔ یہ ہے وہ اصول وضوابط جس سے امن کی فضا قائم رہتی ہے۔ اس لیے ایک دفعہ عام حکم جاری فرمایا کہ "اگر کسی نے دشمن سے کہہ دیا کہ کہ خوف زدہ نہ ہو، یا یہ کہہ دیا کہ ڈرو مت تو اس نے اُسے امن دے دی"۔ [۴۲]

عہد فاروقی میں امن امان کے قیام کے لئے کیے گئے اقدامات کا جائزہ لیا جائے تو آج تک ان سے ملتی جلتی کوئی مثال نہیں ملتی؛ ۲۱ھ میں اسکندریہ فتح ہوا تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک تصویر تھی۔ کسی مسلم سپاہی نے اپنے تیر سے تصویر عیسیٰ علیہ السلام کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اس پر عیسائی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ لے گئے اور مطالبہ کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تصویر بنا کر ان کو دی جائے تا کہ وہ بھی ان کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالیں۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تصویر کی کیا ضرورت ہے؟ ہم لوگ موجود ہیں، تم جس کی آنکھ چاہو پھوڑ ڈالو، پھر اپنا خنجر ایک عیسائی کے ہاتھ میں دے کر اپنی آنکھیں سامنے کر دی۔ یہ سن کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا اور وہ اپنے دعوی سے یہ کہہ کر دستبردار ہو گیا کہ جو قوم اس درجہ دلیر، فیاض، انصاف پسند اور فراخدل ہو اس سے انتقام لینا بے رحمی اور بے قدری ہے۔ [۴۳]

غلام کو امن کی جگہ تک پہنچانا:

حضرت سنان بن سلمۃ الہذلی رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے، وہ ان دنوں غلام تھے، مدینہ کے چند لڑکوں کے ساتھ مل کر کھجور کے درختوں سے گری ہوئی کچی کھجوریں اٹھانے لگے۔ دریں اثناء عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ تمام لڑکے ادھر اُدھر بھاگ گئے مگر سنان بن سلمۃ رضی اللہ عنہ کھڑے رہے۔ اور عرض کیا، اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! یہ کھجوریں ہوا سے گری ہیں (میں نے نہیں توڑیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر سنان کی جھولی پر پڑی تو فرمایا، تو سچ کہتا ہے۔ اس پر سنان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے تو میرے ساتھی مجھ پر دھاوا بول دیں گے اور ساری کھجوریں چھین لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک وہ غلام امن کی جگہ پہنچ گیا۔[۴۴]

قیامِ امن کے لیے زریں اصول:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موت سے پہلے بھی قیامِ امن کے لیے وصیت فرمائی۔ کہ ”جو شخص خلیفہ منتخب ہو وہ مہاجرین، انصار، اعراب، اہلِ عرب اور ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال رکھے اور ان میں سے ہر ایک کے حقوق کی تشریح فرما کر تاکید فرمائی کہ ذمیوں سے جو اقرار ہے اسے پورا کیا جائے ،ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے“۔[۴۵]

اپنی دورِ خلافت میں قیامِ امن کے لیے اقدامات وخدمات:

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات تمام مسلمانوں کے لئے ایک مثال ہے، بالخصوص مسلم امراء کے لیے آپ مینارۂ نور ہیں۔ ہمارے دور کے حکم راں رعایا کے مسائل سے بے نیاز اور اپنی عیاشیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ زندگی کی بنیادی ضروریات کا پورا ہونا تو دور کی بات، لوگوں کے جان ومال تک محفوظ نہیں ہوتے۔ اس سے ہی ملک میں معاشی ابتری اور بدحالی عروج پر ہوتی ہے، مہنگائی کا عفریت عوام کے سروں پر سوار، اُنہیں سکون کی زندگی گزارنے نہیں دیتا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ دن کو بھی گشت کرتے اور رات کو بھی مدینہ منورہ کی گلیوں میں چکر لگاتے اور لوگوں کی مدد فرماتے تھے ۔ صرف ایک دُرّہ ہاتھ میں ہوتا تھا اور راستہ چلتے چلتے کوئی مجرم قابلِ سزا مل جاتا، تو اسے اس دُرّہ سے سزا دیتے۔ اس لئے لوگ کہتے تھے کہ ان کا دُرّہ دوسروں کی تلوار سے زیادہ خوف ناک ہے۔[۴۶]

ایک روز تنہا گشت کے لئے نکلے کہ ایک بڑھیا ملی، اس سے آپ نے حالات پوچھنا شروع کیا کہ تمہارا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کیسا آدمی ہے؟ اس بڑھیا نے بُرائی بیان کی اور کہا جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے مجھے ایک پیسہ بھی نہ ملا، آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کو تمہارا حال کیا معلوم؟، تم نے اس کو اطلاع کیوں نہیں دی۔ بڑھیا نے کہا وہ امیر المومنین ہے اس کو خود مشرق سے مغرب تک ہر مقام کا حال معلوم کرنا چاہیے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا مجھے عمر رضی اللہ عنہ پر رحم آتا ہے۔ اچھا تمہارے اوپر جو اُس نے ظلم کیا ہے، اس کا کیا معاوضہ لو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ میرے ساتھ ہنسی نہ کرو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما آگئے اور انہوں نے کہا، السلام علیکم یا امیر المومنین! اب بڑھیا کے حواس گم ہوگئے کہ میں نے امیر المومنین کو ان کے منہ پر بُرا کہا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ حرج نہیں پھر ایک تحریر لکھوائی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ظلم اس بڑھیا سے پچیس اشرفی کے عوض میں معاف کرایا ہے اب یہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دعوٰی نہیں کر سکتی۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہی کرائی۔(۴۷)

ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، جو زنا سے حاملہ تھی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنین! یہ عورت حاملہ ہے، ابھی سنگسار کرنے سے بچہ ضائع ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی اپنے حکم کو واپس لے لیا، اور فرمایا: لو لامعاذ لھلک عمر (۴۸) "اگر معاذ نہ ہوتے، تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔

قیامِ امن کے لیے اگر اپنے حکم کو واپس کرنے کی ضرورت پڑتی تو لینے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے، کیوں کہ ان کا ہر کام اللہ کی رضا اور عوام کی بہتری کو مد نظر رکھتے ہوئے، امن و امان کی زندگی گزارنے کے لیے ہوتا۔

قیامِ امن کے لئے تعلیمی منصوبہ بندی:

تمام علوم کا سرچشمہ قرآن مجید ہے اور قرآن ہمیشہ امن و امان کا درس دیتا ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قرآنِ حکیم کی تعلیم کو لازمی قرار دیا تھا۔ خصوصاً دیہات میں رہنے والوں کے لیے قرآنِ مجید کی جبری تعلیم رائج کی۔ ابو سفیان نامی شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ اس کام پر مقرر فرمایا کہ قبائل میں دورہ کریں اور ہر شخص کا امتحان لیں، جس کو قرآن کریم بالکل یاد نہ ہو، اُس کو سزا دیں۔(۴۹) اسی بنا پر سے حضرت معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہم کو ملک شام کی طرف بھیجا فرمایا، پہلے حمص

جاؤ وہاں کچھ دنوں قیام کر کے تعلیم قرآن کا نظام درست کرنے کے بعد تینوں میں سے ایک حمص میں رہ جاؤ، ایک دمشق چلا جائے، ایک فلسطین، سب نے ایسا ہی کیا۔(۵۰) فوجی لوگوں کے فرائض میں قرآنِ مجید کی تعلیم بھی تھی۔ اس نظام کی اہمیت کا اندازہ اس سے آدمی لگائیں کہ امیر المومنین نے صوبوں کے حکام اور فوجی افسروں سے ہر سال فارغ التحصیل حفاظ قرآن کی فہرست طلب فرماتے تھے، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے تین سو آدمیوں کے نام بھیجے(۵۱)۔ ابو موسی رضی اللہ عنہ نے صوبہ بصرہ سے ایک سال میں دس ہزار حفاظ کی فہرست بھیجی، آپ رضی اللہ عنہ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کا وظیفہ بڑھادیا۔(۵۲)

اپنے زمانۂ خلافت میں حکم دیا کہ ممالک اسلامیہ کے بازاروں میں کوئی شخص اُس وقت تک دکان نہیں رکھ سکتا جب تک کہ مسائل دینیہ کا علم نہ رکھتا ہو۔(۵۳) کتنا زبردست تدبر تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا ۔ ''(۵۴)

"یعنی حکمت (علم ودانش، تحقیق و ریسرچ) مومن کا گم شدہ مال ہے جہاں بھی وہ اس کو ملے پس وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کو لے لیں"۔

بدامنی ایک فتنہ:

شفیق بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنہ کے متعلق کوئی حدیث یاد ہے؟ سلیمان نے کہا مجھے یاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس پر زیادہ دلیر ہو بتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انسان کے لئے اس کے بیوی بچے اور پڑوسی میں ایک فتنہ ہوتا ہے نمازِ صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کا کفارہ بن جاتے ہیں۔" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا مقصد یہ نہیں، میرا مقصد تو وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح موجیں مارے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ فتنوں کے آگے ایک بند دروازہ ہے۔ استفسار کے جواب میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازے سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلیفۂ دوم کی شہادت لوگوں میں انتشار و اختراق کا سبب بن گئی۔ (۵۵)

امن کے نفاذ کے لیے حدود کا اجراء:

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاں کہیں دیکھا کہ بد امنی پیدا ہونے والی ہے، تو قیامِ امن کے لیے اس بد امنی والے راستے کو بند کرنے کے لیے جو بھی سامنے آیا، اس کو راستے سے ہٹایا۔ سیرت کی کتابوں میں یہ بات محفوظ ہے کہ اپنے فرزند ابو شحمہ پر حد جاری کیا، انہوں نے مصر میں شراب پی تھی[۵۶]۔ اسی طرح اپنے سالے قدامہ بن مظعون پر بھی شراب خوری کی حد جاری کی اور قرابت وغیرہ کا کچھ لحاظ نہ کیا۔[۵۷]

ایک مرتبہ ایک بشر نامی منافق کا اور ایک یہودی کا کچھ جھگڑا ہوا تھا، دونوں فیصلے کے لیے عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ یہودی نے کہہ دیا کہ اس معاملہ کا فیصلہ (حضرت) ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کر چکے ہیں، مگر یہ شخص اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوا، اس لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا ٹھہرو! میں آتا ہوں، گھر سے تلوار نکالی اور منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا: "جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے"۔[۵۸] اور اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بھی تائید فرمائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار میں چکر لگا رہے تھے، لوگوں کی ضروریات معلوم کر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت ملی جس پر حاجت مندی کے آثار نمایاں تھے۔ کہنے لگی: اے امیر المومنین! میرے شوہر کی وفات ہو گئی، خدا گواہ ہے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مجھے ان بچوں کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور میں خُفاف بن اَیمن الغفاری کی بیٹی ہوں جو حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس خاتون کو اپنے گھر لے گئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا، اس پر دو بوریاں غلہ بھر کر لادیں، اور کپڑے اور ضروری سامان اس پر رکھا، پھر اس کی مہار اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا: یہ لے جاؤ، یہ سامان ختم نہیں ہو گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و بھلائی عطا فرمائیں۔ ایک آدمی نے، جو اس عطا و بخشش کو دیکھ رہا تھا، کہا کہ اے امیر المومنین! آپ نے اس کو بہت زیادہ دے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھتا تھا، ان دونوں نے ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا، پھر اس کو فتح کیا اور ہم لوگ اس میں ان کے حصے غنیمت کے طور پر دینے لگے۔[۵۹]

فقر و فاقہ کے خاتمہ سے بدامنی کا سدباب:

قیام امن میں بگاڑ پیدا کرنے اور اس کو خراب کرنے میں غربت ایک بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ راتوں کو آبادی کا گشت کرنے کا یہی مقصد ہوتا تھا کہ رعایا امن و خوش حالی کی زندگی گزاریں۔ جن عورتوں کے شوہر باہر تھے، خود ان کے مکانوں پر جا کر دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے اور فرماتے کہ تم کو بازار سے کچھ خریدنا ہو تو میں خرید دوں گا، چنانچہ عورتیں اپنی لونڈیوں کو آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کرتی تھیں۔ ایک بڑا مجمع آپ کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ آپ ان سب کو بازار لے جا کر سودا خریدتے تھے اور جس کے پاس روپیہ نہ ہوتا اس کے لیے اپنے پاس سے خریدتے تھے۔[۶۰]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت زیادہ قحط پڑا جس کا نام عرب میں "عام الرمادہ" مشہور ہو گیا تھا۔ اس قحط میں آپ رضی اللہ عنہ نے گیہوں، گھی اور گوشت کا استعمال اپنے اُوپر بند کر دیا تھا۔ جَو کی خشک روٹی جس پر روغنِ زیتون لگا ہو، استعمال کرتے تھے، وہ ہضم نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اپنے پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک اللہ مسلمانوں سے اس قحط کو دور نہ کرے گا، اس وقت تک تجھے کچھ نہیں مل سکتا۔[۶۱]

مذہبی لحاظ سے بدامنی کا سدِّباب:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں علم فقہ کوئی جداگانہ علم نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس علم کی اشاعت بھی کی اور اشاعت کے ساتھ ایسے انتظامات فرمائے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر کسی چیز کی نسبت نہ ہو سکے ۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ایک فرمان جاری کیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو حدیثیں رائج تھیں، ان کے علاوہ اگر کوئی شخص کوئی نئی حدیث بیان کرے گا تو اس کو سزا دی جائے گی۔ مختلف فقہی مسائل میں علمائے صحابہ سے گفتگو فرماتے اور بحث و تحقیق کے بعد اجماعی اور اتفاقی مسائل کی اشاعت فرماتے تھے۔[۶۲]

ہشام بن حکیم کو سورۃ فرقان کسی اور قرات میں پڑھتے سنا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور معاملہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام سے سنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کے لئے کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں طریقوں کو درست قرار دیا اور فرمایا کہ بے شک یہ قرآن سات طریقوں پر نازل ہوا ہے اس لئے جو آسان معلوم ہو اسی طریقہ پر پڑھو"۔[۶۳]

قیدیوں کے ذریعے بدامنی کا سدِباب:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے موقعہ پر قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُۥٓ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ ٱلدُّنْيَا وَٱللَّهُ يُرِيدُ ٱلْءَاخِرَةَ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَّوْلَا كِتَٰبٌ مِّنَ ٱللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾[٦٤]

(نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہادے، تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غنیمت کو حلال کیا۔)[٦٥]

یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دی تھی کہ اسلام کے معاملہ میں رشتہ قرابت کو دخل نہیں، ان سب کو قتل کر دینا چاہیے اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے۔[٦٦] کیوں کہ پھر بھی ان کی شرارتوں کا خطرہ تھا۔

بدامنی کا قلع قمع کرنا:

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے قیامِ امن کے لیے شرعی حدود جاری فرمائی کیونکہ شرعی سزاؤں کو لاگو کیا جائے گا تو لوگ امن و سکون کی زندگی گزار سکیں گے۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ غیر شادی شدہ زنا کرنے والے کو ایک سو کوڑے مارنے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: **أن عمر بن الخطاب غرب ثم لم تزل تلك السنة۔**[٦٧] عمر بن خطاب نے جلاوطن کیا اور پھر یہی طریقہ جاری رہا۔

قیامِ امن کے لیے شب بیداری:

معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ اسکندریہ کی فتح کی خوش خبری لے کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چت لیٹے ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین سو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً گھبرا کر اٹھے اور فرمایا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جب تم مسجد میں آئے تو تم نے کیا کہا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے کہا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے برا گمان کیا۔ اگر میں دن کے وقت سو گیا تو رعایا کو برباد کروں گا اور اگر رات کو سو گیا تو اپنی ذات کو برباد کر دوں گا۔ اے معاویہ! بھلا اس کے باوجود نیند آسکتی ہے۔ (۶۸)

امن کے تحفظ میں فوجی چھاؤنیوں کا کردار:

صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ اگرچہ یہ ان کا عام اصول تھا کہ شہر فتح ہوتا تھا تو اسی وقت ایک مناسب تعداد کی فوج وہاں متعین کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب شام فتح کیا تو ہر ضلع میں ایک عامل مقرر کیا، لیکن امن و امان قائم ہونے پر بھی بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجی سلسلہ قائم نہیں کیا گیا ہو۔ (۶۹) شبلی نعمانی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> ایسی مقامات پر چھاؤنیاں بنائیں جو یا تو ساحل پر واقع تھے یا ایشیائے کوچک کے بڑے بڑے رئیس اپنی بقائے ریاست کے لئے لڑتے رہتے تھے اور دب کر مطیع بھی ہو جاتے تھے تو ان کی اطاعت پر اطمینان نہیں ہو سکتا تھا (یعنی بدامنی کا خطرہ ہمیشہ لاحق رہتا تھا) اس لئے ان ممالک میں ہر جگہ فوجی سلسلہ کا قائم رکھنا ضروری تھا تاکہ مدعیان ریاست بغاوت کا خواب نہ دیکھنے پائیں"۔ (۷۰)

معاشی محرومی کے اسباب اور ان کا سدّباب:

سب سے پہلے جو چیز انسان کو بدامنی پر ابھارتی اور اکساتی ہے وہ معاشی محرومی کا احساس۔ یہ حکومت و ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کو معاش کے اسباب مہیا کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر عملی اور ذاتی تجربے کے بعد لوگوں کا انتخاب کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کو ناجائز وسائل آمدنی سے روکنے کے لئے کئی اقدامات کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خشک سالی کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے

اطراف میں امیر مقرر فرمائے تھے تاکہ وہ ان لوگوں کی ضروریات پوری کریں جو مدینہ منورہ کے اطراف میں جمع تھے اور ان پر کھانا تقسیم کریں۔ان میں سے حضرت زید بن اخت النمر، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری اور حضرت عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم قابلِ ذکر ہیں۔پس جب شام ہو جاتی تو وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو کر ان کو سب حالات بتا دیتے۔ان میں سے ہر ایک مدینہ منورہ کے اطراف میں نگران ہوتا تھا اور یہ کام مقررہ کردہ عاملین کی ذمہ داری تھی"۔(۷۱)

ایک دفعہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ "تم لوگوں کو روزمرہ خرچ اور ان کے کھانے کی چیزیں دیا کرو" اور عام حالات میں جب لوگوں کے گھروں کی طرف چکر لگاتے تو اُن سے فرماتے جو محتاج ہو وہ میرے پاس آئے۔(۷۲)

یقینی بات ہے کہ جب کلیدی عہدوں پر فائز لوگ بھی رشوت لیں گے تو اُخروی عذاب کے علاوہ دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کو بد امنی کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اس لیے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم و فراست سے امن کو برقرار رکھنے کے لئے بنیادی چیزوں پر توجہ دی۔اس وجہ سے امن و امان مثالی رہا۔

عدالت اور امن کا باہمی تعلق:

پُر امن معاشرے کی بنیاد عدل و انصاف کے بغیر ممکن نہیں، جہاں عدل و انصاف کی فراوانی ہو گی اور مظلوم کو ظالم کے خلاف سستا اور فوری انصاف ملے گا تو وہ قانون کو ہاتھ میں لے کر بد امنی نہیں پھیلائے گا۔اعلیٰ عدالتی نظام خلیفۂ ثانی عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت کا طرۂ امتیاز ہے۔انہوں نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا۔ماوردی نے عدل و انصاف میں فساد پیدا ہونے کے لیے غالب اسباب میں سے دو سبب بیان کر دیئے ہیں۔لکھتے ہیں کہ" عدل کرنے والوں کی آفت تقویٰ کی کمی ہے، اور عدل کی آفت حکمرانوں کے ظلم کی طرف میلان ہے" (۷۳)۔تقویٰ کی کمی اور ظلم کی طرف میلان کی وجہ سے یقیناً بد امنی و فساد پیدا ہو گا۔حاکمِ وقت کی ذمہ داری میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ ان امور کا سدِّباب کرے، اس لیے کہ امور کے مبادی بنیاد ہوتے ہیں۔اگر یہ بنیادیں مضبوط رکھی گئیں تو نتیجتاً اقتدار کی عمارت بھی شاندار ہو گی۔

جہد مسلسل برائے امن:

انصاف اور امن وسلامتی کے باب میں اسلام نے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا، آپ رضی اللہ عنہ ،سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے،اس میں شک نہیں کہ مسلمان حکمران غیر مسلم رعایا کے بارے میں محتاط رہتے تھے اور انہیں برابر کا درجہ دیتے تھے، کیوں کہ جب انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ملک میں رہ رہے ہیں تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ

"دماءهم كدمائنا واموالهم كاموالنا"

"ان کافروں کی جانیں ہم مسلمانوں کی جانوں کی طرح محفوظ اور ان کافروں کے اموال، مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ ہیں۔"(۷۴)

بصورتِ دیگر اگر معاشرے میں ظلم وناانصافی ہو، عوام کے حقوق محفوظ نہ ہوں اور ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کو تحفظ حاصل نہ ہو، تو اس سے باہمی عداوتیں اور نفرتیں بڑھتی ہیں۔ جس کی وجہ سے فتنہ وفساد اور بدامنی معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تُقَدَّسُ أُمَّةٌ لا يُقْضَى فِيهَا بِالْحَقِّ وَيَأْخُذُ الضَّعِيفُ حَقَّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَعْتَعٍ)) (۷۵)

"اُمت میں کوئی برکت نہیں ہو سکتی جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں اور جس میں کمزور شخص کوئی پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق زبردستی وصول نہ کر لیتا ہو"۔

ایک مرتبہ غسان کا نصرانی بادشاہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے آیا تو اتفاقا ایک اعرابی نے نادانستہ اسے دھکا دیا، اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا۔ اعرابی کی نالش پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ وہ بادشاہ کو مارے۔ اس پر بادشاہ نے کہا: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسلام کا قانون یہی ہے۔ انصاف کے باب میں اسلام کے نزدیک امیر وغریب، بادشاہ اور رعایا سب برابر ہیں۔(۷۶)

امن کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں کمزور طبقات کے حقوق کا تحفظ ہو اور ان کو ظلم واستحصال سے بچایا جائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "حلف الفضول" میں شریک ہوئے ،جن کا مقصد کمزور اور

مظلوم طبقے کا تحفظ اور ان پر ظلم و تعدی اور لوٹ کھسوٹ کو روکنا تھا۔ اس معاہدے کے متعلق ابن کثیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

((لَقَد شَهدت فِي دَار عبد الله بن جدعَان حَلفا لو دعيت به فِي الاسْلام لاجبت، تحَالفوا أن يردوا الفُضول علٰى أهلها وَأن لاَّ يعزّ ظالم مظلومًا)) (۷۷)

"میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ہونے والے معاہدے میں شریک تھا اگر اسلام کے بعد بھی مجھے اس میں بلایا جاتا تو میں ضرور اس میں شریک ہوتا، انہوں نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ حق دار تک اس کا حق پہنچائیں گے اور یہ کہ کوئی ظالم مظلوم پر غالب نہ آسکتے گا"۔

عدل وانصاف۔۔۔امن وامان کا ضامن:

اللہ رب العزت نے سورۃ النسا کی آیت نمبر ۵۸ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا﴾ کے پہلے جملے میں ادائے امانت کا حکم دیا ہے اور دوسرے جملہ میں یعنی ﴿وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ﴾ میں عدل و انصاف کا، ان میں ادائے امانت کو مقدم کیا گیا۔ محمد شفیع اس کی وجہ لکھتے ہیں:

"پورے ملک میں عدل و انصاف کا قیام اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، کہ جن کے ہاتھ میں ملک کا اقتدار ہے وہ پہلے اداءِ امانت کا فریضہ صحیح طور پر ادا کریں، یعنی حکومت کے عہدوں پر صرف انہی لوگوں کو مقرر کریں جو صلاحیت کار اور امانت و دیانت کی رُو سے ان عہدوں کے لیے سب سے زیادہ بہتر نظر آئیں، دوستی و تعلقات یا محض سفارش یا رشوت کو اس میں راہ نہ دیں، ورنہ نتیجہ یہ ہو گا کہ نااہل، نا قابل یا خائن اور ظالم لوگ عہدوں پر قابض ہو جائیں گے، پھر اگر اربابِ اقتدار دل سے بھی یہ چاہیں کہ ملک میں عدل و انصاف کا رواج ہو تو ان کے لئے ناممکن ہو جائے گا، کیوں کہ یہ عہدہ درانِ حکومت ہی حکومت کے ہاتھ اور پیر ہیں، جب یہ خائن یا نا قابل ہوئے تو عدل و انصاف قائم کرنے کی کیا راہ ہے؟"۔ (۷۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اصول اور آئین اس قدر سہل و آسان تھے کہ عدل و انصاف کے حاصل کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عدل کا حصول مہنگا اور پیچیدہ ہو جائے تو پھر امن و امان کی حالت بھی مخدوش ہو جاتی ہے۔

مثالی عدالت:

اسلامی عدالتوں نے نہ صرف وقت کے حکمرانوں کو عدالت میں طلب کیا، بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ان کے خلاف فیصلے بھی صادر فرمائے۔ جن کو اُنہوں نے نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا بلکہ اسلامی عدالتوں کے ان عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں کی توصیف و تعریف بھی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان اسلامی عدالتوں کے عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں سے متاثر ہونے والے متعدد لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف میں مساویانہ سلوک کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ خود عہد خلافت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں مقدمہ میں فریق بن کر حاضر ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے احترام و عقیدت کے پیش نظر آپ کو اپنے قریب بٹھانا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا اور فرمایا کہ نہیں میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔[۷۹]

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک پادری کے پاس سے گزر ہوا جو اپنی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، اس کے قریب گئے اور اس سے پوچھا کیا تم اپنی کتابوں میں کچھ ہمارا ذکر بھی پاتے ہو؟ پادری نے کہا کہ ہاں، تم لوگوں کی صفات اور اعمال کا ذکر تو پاتے ہیں لیکن تمہارے نام نہیں پاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اچھا، تم مجھے کیسا پاتے ہو؟ پادری نے کہا کہ لوہے کا سینگ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ لوہے کے سینگ سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ سخت مزاج حاکم جو کہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت نہیں ڈرتا۔[۸۰] یعنی عدل و انصاف کے معاملہ میں کسی کا خیال نہیں رکھتے تھے۔

قیامِ امن کے لیے وصیت:

قیامِ امن کے لیے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ذمی کافروں سے جو معاہدہ ہو جائے اس پر قائم رہنا۔ تم میں دو چیزوں کو چھوڑتا ہوں جب تک یہ دونوں چیزیں تم میں رہے گی اس وقت تک بھلائی رہے گی، ایک فیصلہ میں انصاف کرنا دوسرے تقسیم میں انصاف کرنا۔ میں تم کو ایک ایسے راستے پر چھوڑ کے جاتا

ہوں، جس پر نشانِ قدم بنے ہوئے ہیں، اب اگر کوئی قوم از خود کجی اختیار کرے تو وہ راستے سے ہٹ جائے گی۔

اہلِ شام کو فرمان بھیجا کہ اپنی اولاد کو تیرنا، تیر اندازی اور گھوڑ سواری سکھاؤ اور ان کو حکم دو کہ لوگوں کی بے آبروئی نہ کریں۔(۸۱) اس طرح انصاف ہو تو یقیناً امن و امان کا بول بالا ہو گا۔

کیا آج بھی فاروقی دورِ حکومت والا امن آسکتا ہے؟

اس کا مختصر اور حقیقت پر مبنی جواب یقیناً مثبت میں ہو گا کیوں کہ دورِ فاروقی اس اُمت کا افتخار اور موجودہ خزاں زدہ ماحول میں نویدِ بہار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے امن و امان اور عدل و انصاف کو تو غیر مسلم بھی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ فاروقی دورِ حکومت کے لیے جذبۂ فاروقی کے ساتھ دو چیزوں کا اہتمام بھی سرِ فہرست ہے، ایک قرآنِ مجید کو سینے سے لگانا اور دوسرا باہمی اختلافات ختم کرنا۔

الحاصل:

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اسی وقت اشرف انسان کہلائے گا جب کہ وہ پیغامِ ہدایت کی پیروی کرے گا۔ اس نورِ ہدایت۔۔۔ دینِ اسلام کے اصولوں میں خوف زدہ ہونے سے انکار اور دباؤ کا مقابلہ کرنے میں مستقل مزاجی کی صلاحیّت بھی بطریقۂ احسن موجود ہے۔ اسلام کا قانونِ جنگ بھی امن وعافیت کا ضامن ہے، سسکتی، بلکتی اور تڑپتی انسانیت کو اگر کوئی جائے پناہ اور موقع نجات مل سکتا ہے تو اسلامی تعلیمات کے زیرِ اثر ہی مل سکتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد پوری دنیائے حکمرانی کی تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ ملک کی ترقی وخوشحالی، امن وامان کی بحالی، داخلی سلامتی، خارجی سیاست، پیداوار میں اضافہ، ایجادات واکتشافات اور علمی تحقیقات کے لحاظ سے یہ عہد اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد چشم فلک نے اس سرزمین پر اتنا خوبصورت عہدِ حکومت دوبارہ نہیں دیکھا۔ بدامنی اور بے اطمینانی معاشرے کے امن وامان اور معاشرے کے فلاح وسکون کے لیے زہر قاتل ہے۔ بدامنی کا شکار آدمی دوسروں کو بھی بدامنی سے دوچار کر دیتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی دس سالہ مدتِ خلافت کا جب عمومی جائزہ لیا جائے تو یہی سبق ملتا ہے کہ اُسوۂ فاروقی پر عمل پیرا ہونے سے یقیناً ہر شخص نہ صرف پُر امن معاشرتی زندگی گذارنے کے قابل ہو جائے

گا بلکہ وہ ایمان و اعمالِ صالحہ سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے حیاتِ طیبہ جیسی پاکیزہ زندگی سے لطف اندوز ہونے لگے گا۔

سو آج اس طرح کی فلاحی ریاست کے قیام کی ضرورت ہے کہ جہاں ہر فرد کو اس کی بنیادی ضروریات پہنچائی جائیں۔ اگر اس دور میں بھی اس طرز کا ایک انسان پیدا ہو جائے تو دنیا سے تمام خرابیاں مٹ جائیں گی اور تمام نیکیاں زمین و آسمان پر چھا جائیں گی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اُسوۂ فاروقی پر عمل کرتے ہوئے، ہر آدمی اپنی استطاعت کے مطابق امن و امان کے لیے کوشش کریں تا کہ وطنِ عزیز امن کا گہوارہ بن جائیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱) سورۃ القریش: ۳

۲) سورۃ یوسف: ۱۲

۳) عیسیٰ ترمذی، سُنن ترمذی، باب مناقب عمر بن الخطاب، ص:۲/۲۰۹، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

۴) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۴۸، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۵) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۳۰، مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور

۶) عبد الباقی حقانی، السیاسۃ و الادارۃ فی الاسلام 'مترجم'، ص:۲/۲۴۱، مؤتمر المصنفین جامعہ دار العموم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، ۲۰۱۱ء

۷) علاؤالدین، کنز العمّال، رقم الحدیث: ۳۵۸۹۰، ص:۱۲/۲۷۳، المکتبۃ العربیۃ کانسی روڈ، کوئٹہ، س۔ن

۸) محمد رشید رضا، تفسیر المنار، ص:۶/۳۳۰، الھیءۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۹۰ء

۹) علی بن حسام الدین، کنز العمّال، ص:۶/۱۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۹ء

۱۰) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۰۹، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور

۱۱) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخُلفاء، ص:۹۳، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی

۱۲) الماوردی، الاحکام السلطانیہ، الباب الاول فی عقد الامامۃ، ص:۶، مطبعہ مصطفی البانی الحلبی، مصر، ۱۹۷۳ء

۱۳) امام مسلم، صحیح مسلم، باب الطلاق، ص:۱۰/۸۳۔۸۲، دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت

۱۴) سورۃ النساء: ۸۳

۱۵) صلح حدیبیہ امن و سلامتی کا وہ تاریخ ساز معاہدہ ہے جو کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں مشرکین مکہ کے ساتھ اپنے بعض قریبی دوستوں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ) کی ناراضگی کے باوجود ۶ھ میں ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہر صورت قیامِ امن و امان کے لئے دشمنوں کی بہت ساری شرائط کو مان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین سے موسوم فرمایا۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ابن ہشام، سیرت ابن ہشام، ص:۳۷۳/۲، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، نفیس اکیڈیمی، کراچی

۱۶) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۴۹، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۱۷) ماہنامہ، النصیحہ، ج:۲، ش:۲، ص:۴۲، دار العلوم اسلامیہ، چارسدہ، ۱۹۸۶ء

۱۸) عبد الباقی حقانی، السیاسۃ و الادارۃ فی الاسلام 'مترجم'، ص:۲/۱۷۱، مؤتمر المصنفین جامعہ دار العموم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، ۲۰۱۱ء

۱۹) ابن جوزی، مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ص:۱۶۰، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۹۸ء

۲۰) ابن خلدون، تاریخ ابنِ خلدون، ص:۳/ ۲۳۷، دارالاشاعت اردو بازار، کراچی، ۲۰۰۹ء

۲۱) ابن قدامہ، المغنی، ص:۱۲/ ۶۳۷، دار الحدیث، القاہرہ، ۲۰۰۴ء

۲۲) بحوالۂ بالا، کتاب، الجزیہ، باب عقد الذمہ، ص:۱۲/ ۷۰۷

۲۳) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۲۲، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور، س۔ن

۲۴) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۲۴۷، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۲۵) عبد الباقی حقانی، السیاسۃ و الادارۃ فی الاسلام 'مترجم'، ص:۲/ ۲۶۲، مؤتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ کوڑہ خٹک، نوشہرہ، ۲۰۱۱ء

۲۶) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۱۹۱، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۲۷) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ، ص:۱۳۳، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور

۲۸) بخاری، صحیح بخاری 'کتاب الجنائز: باب ماجاء فی قبر النبی، ص:۱/ ۱۸۶، نور محمد اصح المطالع، کراچی

۲۹) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۳۲۲، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۳۰) فتوح البلدان بلاذری ص:۱۴۷ بحوالۂ شاہ معین الدین ندوی، سیرِ صحابہ رضی اللہ عنہم ص:۱/ ۱۲۳، اسلامی کتب خانہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۳۱) بحوالۂ بالا، ص:۲۱۷

۳۲) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۱۲۷، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۳۳) بحوالۂ بالا، ص:۱۲۷

۳۴) عبد الرزاق بن ہمام، مصنف عبد الرزاق، ص:۵/ ۲۲۲، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۳۵) ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:۱/ ۲۰۵، دار المعرفۃ بیروت، لبنان، س۔ن

۳۶) شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ص:۱/ ۱۵۴، ناشران قرآن لمٹیڈ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۳۷) بحوالۂ سابق، ص:۱/ ۱۸۲

۳۸) شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ص:۱/ ۱۵۲، ناشران قرآن لمٹیڈ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۳۹) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۳۴، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور

۴۰) البیہقی، السنن الکبریٰ، 'کتاب السیر، باب امان العبد'، ص:۹/ ۹۴، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد، دکن، ۱۳۵۶ھ

۴۱) ابن کثیر، البدایہ ولنہایہ مترجم، ص:۷/ ۲۲۱، ۱۲۱، نفیس اکیڈیمی اُردو بازار، کراچی، ۱۹۸۹ء

۴۲) البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب السیر، باب کیف الامان، ص:۹/۹۶، ادارۃ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۴۳) سید سلیمان ندوی، خطبات شبلی، ص:۴۳ و ۴۷، دار المصنفین لکھنو، ۲۰۰۸ء
۴۴) ابو بکر بن ابی شیبہ، مصنف بن ابی شیبہ، باب بن رخص فی اکل ثمرۃ اذا مر بھا، ص:۶/۸۳، مکتبہ دارالسلفیہ الھندیہ القدیمہ، س۔ن
۴۵) شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ص:۱/۱۶۳، ناشران قرآن لمٹیڈ اردو بازار، لاہور،
۴۶) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ص:۱۳۹ و ۱۴۰، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور،
۴۷) بحوالہ بالا، ص:۱۳۹ و ۱۴۰
۴۸) احمد بن حسین البیہقی، السّنن الکبریٰ، ص:۷/۴۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء
۴۹) شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، ص:۱/۱۷۶، ناشران قرآن لمٹیڈ اردو بازار، لاہور،
۵۰) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۲۶۵، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور،
۵۱) بحوالہ بالا، ص:۲۶۶
۵۲) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۴۸، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور
۵۳) بحوالہ سابق، ص:۱۴۸
۵۴) ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ص:۲/۹۸، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۸۸ء
۵۵) ابن کثیر، النہایۃ للبدایۃ مترجم، ص:۳۱ و ۳۲، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء
۵۶) ابن جوزی، مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ص:۲۳۶، ۲۳۵، دار الکتب العربی، بیروت
۵۷) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ص:۱۲۶ و ۱۲۷، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور
۵۸) محمود آلوسی، روح المعانی، ص:۱۱۰۔۶/۱۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۱۰ء
۵۹) ابن جوزی، مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ص:۴۷، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۹۸ء
۶۰) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۲۱، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور، س۔ن
۶۱) طٰہٰ حسین، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہم "مترجم"، ص:۲۰۴، نفیس اکیڈیمی اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۹ء و جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۰۳، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۶۲) عبد الشکور لکھنوی، سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، ص:۱۲۰، مکتبۃ الحسن اردو بازار، لاہور،
۶۳) بخاری، صحیح بخاری مترجم 'باب اُنزل القرآن علی سبعۃ احرف'، ص:۲/۹۸۵، اظہار القرآن، لاہور،
۶۴) سورۃ الانفال:۶۸، ۶۷

۶۵) محمد اشرف، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی فداء الاسیر بالمال، ص:۷/۱۷۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء

۶۶) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۹۵، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی

۶۷) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب البکران یجلدان وینفیان، ص:۱۲/۱۹۳، مکتبہ دارالسلام، ریاض، ۱۹۹۷ء

۶۸) عبد الباقی حقانی، السیاسۃ والادارۃ فی الاسلام ''مترجم''، ص:۲/۲۴۱، مؤتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، ۲۰۱۱ء

۶۹) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۴۱، مکتبہ مدینہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۷۰) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۲۲۵۱، اسلامی کتب خانہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۷۱) عبد الباقی حقانی، السیاسۃ والادارۃ فی الاسلام ''مترجم''، ص:۲/۲۴۱، مؤتمر المصنفین، نوشہرہ، ۲۰۱۱ء

۷۲) بحوالہ بالا، ص:۲/۱۷۰

۷۳) الماوردی، تسہیل النظر وتعجیل الظفر فی أخلاق الملک وسیاسۃ الملک، ص:۲۱۵، دارالنہضۃ العربیہ، بیروت

۷۴) نووی، المجموع شرح المہذب، باب عقد الذمہ، ص:۱۹/۴۱۶، دار الفکر، بیروت، س۔ن

۷۵) طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، حدیث نمبر:۱۶۲۶۸، ص۱۴/۲۱۱، دار السلام، ریاض، س۔ن

۷۶) شبلی نعمانی، الفاروق، ص:۳۰۴، مکتبہ مدنیہ اردو بازار، لاہور، س۔ن

۷۷) ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، ص:۲۵۸/۱، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، لبنان، ۱۳۹۶ھ

۷۸) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ص:۴۴۸/۲، ادارۃ المعارف، کراچی، ۲۰۰۸ء

۷۹) محمد ظفیر الدین ندوی، اسلام کا نظامِ امن، ص:۶۷، سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۹۱ء

۸۰) سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۹۵، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی، س۔ن

۸۱) نسائی، عشرۃ النساء، باب ملاعبۃ الرجل زوجتہ، ص:۴۵/۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، س۔ن

****